© rasailojaraid.com

اسلام اور دعوت فکر

عبدالرحمان شاہ ولی

علم بمعنی دانش ادراک یا کسی شیء کی صورت ذہنی یا کسی شیء کی حقیقت کا انکشاف اسلام کی نظر میں بہت اہمیت رکھتا ہے ۔ ایمان بمعنی یقین محکم جس پر تمام اعمال شریعت کا دار و مدار ہے علم ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ خدا کی بے پناہ حکمتوں سے غافل، اس کے نظام تکوینی سے بے خبر، اس کی قدرت کے گوناگوں مظاہر سے ہدایت نہ پانے والے، قرآن کی ہدایات پر متنبہ نہ ہونے والے کب مومن کہلانے کے مستحق ہو سکتے ہیں ؟ اور یہی وجہ ہے کہ خدا نے اگر ایک طرف علم کو اپنی خدائی صفت قرار دے کر حکمت سے پر کائنات اور اس کے نظام کو بطور دلیل کے پیش کیا ہے تو دوسری طرف اس نے اپنے مقرب ترین بندوں کو علم سے نواز کر دوسروں پر فضیلت عطا فرمائی ہے ۔ تخلیق آدم کا قصہ جس کی تفصیل قرآن نے بیان کی ہے ہمیں یہ بتاتا ہے کہ ابو البشر کی فضیلت ملائکہ پر باوجود ان کی کثرت عبادت کے اس کے علم ہی کی وجہ سے تھی ۔ ”و علم آدم الاسماء کلہا،، آدم کو ہر چیز کا نام بتا دیا، اور اس کو آدم کی عظمت کی دلیل گردانا ۔ قرآن کی رو سے خشیت الٰہی کا مدار علم پر ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ کسی انسان میں خشیت الٰہی باندازہ علم ہوتی ہے۔ (انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء،، اللہ کے بندوں میں جو لوگ ذی علم ہیں وہ صرف اللہ سے ڈرتے ہیں) ۔ قرآن عالم کو جاہل پر فضیلت دیتا ہے اور علم کو اس کی امتیازی شان بتاتا ہے۔ ”ہل یستوی الذین یعلمون و الذین لا یعلمون،، ۔ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں ؟ قرآن نے اگر ایک طرف انسان کو عقل و دانش کی وجہ سے معزز اور مکرم ٹھہرایا جیسا کہ ارشاد ہے ”ولقد کرمنا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بنی آدم،، ہم نے انسان کو مشرف بنایا ہے، تو دوسری طرف ذرائع علم اور عقل سے کام نہ لینے کی وجہ سے اس کو جانوروں کا ہم پلہ، بلکہ اس سے بھی کمتر ٹھہرایا ،،ام تحسب ان اکثرھم یسمعون او یعقلون ان ھم الا کالانعام بل ھم اضل،، کیا تمہارا خیال ہے کہ ان (کافروں) میں سے اکثر سنتے ہیں یا سمجھتے ہیں - نہیں یہ تو صرف جانوروں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں - آیت کے مفہوم سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عقل و تدبر سے کام نہ لینے والے انسانیت کے مقام سے گرجاتے ہیں - جس کا مطلب یہ ہوا کہ فکر و شعور انسانیت کا خاصہ ہے -

علماء اخلاق انسانی کے چار فضائل بیان کرتے ہیں جو کہ جملہ اخلاق فاضلہ کی بنیاد ہیں : علم - شجاعت - عفت اور عدل - علم نفس ناطقہ کی فضیلت ہے اور شجاعت قوت غضبیہ کی اور عفت نفس شہوانیہ کی - اور عدل چونکہ توازن کا نام ہے اس لئے یہ سب کو شامل ہے اور عام ہے - جبلی قوتوں میں سے نفس ناطقہ اشرف اور اعلی ہے کیونکہ اس پر انسان کی انسانیت کا دارومدار ہے لہذا اس کی فضیلت بھی دیگر فضائل پر فائق ہوگی - پھر علم کی عظمت اس سے بھی معلوم ہوتی ہے کہ علم اپنے کمال میں کسی اور فضیلت کا چنداں محتاج نہیں جبکہ باقی تمام فضائل بغیر علم کے کمال تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے -

ایک نکتہ یہ بھی قابل غور ہے کہ علم کے علاوہ باقی تین اصول اخلاق تو کسی حد تک حیوانات میں بھی پائے جاتے ہیں جب کہ علم نفس ناطقہ کی فضیلت ہونے کے باعث صرف انسان اور ملائکہ کا خاصہ ہے اور ابو البشر چونکہ اس میدان میں ملائک پر فوقیت رکھتا تھا اس لئے ان سے افضل ہوا اور ان کا مسجود قرار پایا -

علم و انسانیت کے باہمی تعلق کے پیش نظر بعض مسلم مفکرین نے ایسے انسان کو جو کہ علم اور جہل مرکب دونوں سے خالی ہو انسان بالقوۃ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہتا ہے وہ بالفعل اور فی الواقع انسان اس وقت بنے گا جب کہ اس کے اندر صفت علم پیدا ہوجائے اور اگر کوئی شخص جہل کو علم سمجھنے لگتا ہے تو وہ جہل مرکب میں مبتلا ہوکر حیوان محض سمجھا جاتا ہے بلکہ اس سے بھی بدتر (۱) قرآن کی ایک آیت اس ضمن میں ابھی گذرچکی ہے اور قرآن کا یہ ارشاد ''لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناہ اسفل سافلین''۔ ہم نے انسان کو اچھی صورت میں پیدا کیا پھر اس کو ہر پست سے زیادہ پستی کی طرف لوٹایا'' بھی اس کا مؤید ہے۔

اسلام میں علم کے اس بلند مقام کی وجہ سے مسلم دانشور ہمیشہ یہ کہتے رہے ہیں کہ علم ایک ایسی دولت ہے جس کی منفعت لازوال ہے۔ اس لئے کہ علم از روئے اسلام عبادت ہے۔ بلکہ تمام عبادات کی اصل ہے اور سب سے پہلا واجب ہے کیونکہ علم یا ذکر اور عقل کا صحیح استعمال معرفت ربانی کا ذریعہ ہے۔ قاضی عبدالجبار معتزلی مکتب فکر کے مشہور مفکر کہتے ہیں کہ انسان کا سب سے پہلا فرض وہ فکر و نظر ہے جس سے معرفت الہی حاصل ہوتی ہو۔ کیونکہ ذات باری کا علم نہ تو بالکل بدیہی اور غیر کسبی ہے اور نہ یہ مشاہدہ سے حاصل ہے لہذا ہم پر یہ فرض عاید ہوتا ہے کہ اس کو فکر اور عقلی دلائل سے پہچانیں (۲) قاضی صاحب کا ذات باری کو نظری قرار دینا ہمارے خیال میں درست نہیں کیونکہ ذات باری نہ صرف یہ کہ بدیہی ہے بلکہ تمام بدیہات سے زیادہ جلی اور واضح ہے۔ کندی، فارابی ڈیکارٹ اور دیگر سنجیدہ مفکرین کا بھی یہی خیال ہے اور قرآن کی بعض آیات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ ''اولم یکف بربک انہ علی کل شئ شہید''، کیا یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب ہر شئی میں جلوہ گر ہے۔ یعنی ذات خداوندی خود

---

(۱) ملاحظہ ہو ارشاد القاصد الی اسنی المقاصد، ص۲، تالیف محمد بن ابراہیم بن ساعد الانصاری۔
(۲) ملاحظہ ہو شرح اصول الخمسة، ص ۶۳ تالیف قاضی عبدالجبار۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

هر شئی کے وجود پر برہان قاطع ہے اور برہان کے لئے برہان کی تلاش کرنے سے تسلسل لازم آتا ہے۔

قرآن نے ذات باری پر کوئی دلیل پیش نہیں کی اور یہ اس کی بداہت کی دلیل ہے۔ جو دلائل قرآن میں ہیں وہ در اصل صفات کے متعلق ہیں، ذات کے متعلق نہیں جیسے کہ توحید قدرت ارادہ وغیرہ کے لئے دلیلیں پیش کی گئی ہیں۔ اس لئے قاضی عبدالجبار اور بعض دوسرے مسلم مفکرین کا یہ کہنا کہ ذات باری نظری ہے درست نہیں۔ البتہ اس کا یہ کہنا کہ انسان کا سب سے پہلا فرض فکر و نظر ہے(۱) اس پر تمام اعتدال پسند مسلم دانشور اور مفکر متفق ہیں۔

علمی تحقیق :

خدا نے انسان کو مختلف قوتوں سے نوازا ہے تاکہ حسب ضرورت وہ ان سے کام لے، آنکھ سے وہ دیکھ سکتا ہے، کان سے سن سکتا ہے، ہاتھ سے پاؤں سے چلنے اور چیزیں اٹھانے کا کام لے سکتا ہے۔ اسی طرح خدا نے انسان میں عقل اور فہم کی قوت رکھی ہے جب چاہے اس سے کام لے کر معاملات کو سمجھ سکتا ہے۔ فکر کا موجب علم ہونا بالکل واضح بات ہے اس لئے کہ سب عقلاء ایسی چیزوں کو جو کہ ظاہری حواس کے دائرہ سے خارج ہوں فکر و نظر اور استدلال کے ذریعہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور مدرکات حواس میں بھی اگر شک ہوجائے تو اس کو عقل کی مدد سے دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس سے واضح ہوا کہ سب عقلاء کے نزدیک عقل اور استدلال حصول علم کا ایک ذریعہ ہے۔ مفید و مضر میں تمیز عقل و فکر کے ذریعہ کی جاسکتی ہے۔

علماء اسلام ہمیشہ یہ کہتے آئے ہیں کہ فکر و نظر سعادت کی بنیاد

---

(۱) ملاحظہ ہو مفید العلوم و مبید الهموم ص ۹، تالیف جمال الدین ابی بکر الخوارزمی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے اور اسی پر بقائے حکومت اور نظم و ضبط کے قیام کا دارومدار ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک لحظہ کی فکر سات سو سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ ایک حدیث بھی ہے "تفکر ساعة خیر من عبادة ستین سنة،، (۱) ایک گھڑی کی فکر ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ قرآن کریم نے مسلمان کی خصوصیات میں سے ایک فکر کو بھی بتایا ہے۔ "و یتفکرون فی خلق السموات والارض،، اور وہ زمین اور آسمانوں کی پیدائش میں غور کرتے ہیں،، اور اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ "ربنا ما خلقت ھذا باطلا،، ہمارے رب تونے ان کو بے مقصد پیدا نہیں کیا ہے۔ وہ فکر جو کہ باعث ذکر الہی نہ ہو ایسا ہی غیر مفید ہے جس طرح وہ ذکر جو توجہ اور فکر کا نتیجہ نہ ہو۔ عارف رومی نے شاید اسی نکتے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

بر زبان تسبیح در دل گاؤ خر این چنیں تسبیح کے دارد اثر

اسلامی علوم دو قسم کے بتائے جاتے ہیں عقائد اور تشریعیات و احکام۔ بزدوی کا بیان ہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں پہلا علم التوحید والصفات یعنی وہ علوم جن کا تعلق عقیدہ سے ہے اور دوسرا علم الشرائع و الاحکام یعنی وہ علوم جن کا تعلق معاملات اور اعمال سے ہے(۲)

علم کی ان دونوں قسموں کا فکر سے گہرا تعلق ہے۔ عقائد و ایمان کا تعلق تو بالکل واضح ہے۔ قرآن کریم کی تین سو آیات فکر و نظر کی طرف مائل کرنے کے لئے موجود ہیں اور اسی وجہ سے علماء نے فکر کو واجب کہا ہے اور قرآن کی آیات کے مطالعہ سے یہ بالکل واضح ہوجاتا ہے کہ اسلامی عقائد کی بنیاد علم و یقین پر ہے نہ کہ تسلیم و تقلید پر۔ جیسا کہ ہم اس کو اگلے صفحات میں واضح کریں گے۔

---

(۱) ملاحظہ ہو مفید العلوم و مبید الهموم، ص ۷، تالیف جمال الدین ابی بکر الخوارزمی

(۲) ملاحظہ ہو اصول بزدوی، ص ۳۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلامی علوم کی دوسری قسم جو کہ احکام سے تعلق رکھتی ہے اس کا بھی فکر و بصیرت سے گہرا تعلق ہے۔ اس سلسلے میں علماء اصول فقہ نے اپنی رائے کا اظہار یوں کیا ہے:

"والنظر ھو الفکر فی حال المنظور فیه و ھو طریق الی معرفة الاحکام اذا وجد بشروطه(۱) نظر اس فکر کا نام ہے جو کہ مدنظر شئی کی حالت میں کیا جاتا ہے اور یہ معرفت احکام کا ذریعہ ہے اگر اپنے شرائط کے ساتھ موجود ھو اس تعریف سے فکر و نظر اور عقلی معرفت کی اھمیت کا ایک اور پہلو واضح ہوتا ہے جس کا ما حصل یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے جاننے اور مستنبط کرنے کا راستہ فکر و نظر ہے۔ اسی کا نام اصول فقہ کی اصطلاح میں قیاس ہے جس کی حجیت قرآن کی اس آیت سے ثابت کی جاتی ہے" "فاعتبروا یا اولی الابصار" اے عقل والو عبرت حاصل کرو۔ اس آیت سے قیاس فقہی کا نہ صرف جواز نکلتا ہے بلکہ اس کا وجوب بھی ثابت ھوتا ہے۔ اور ابن رشد تو اسی آیت سے قیاس منطقی کا وجوب بھی ثابت کرتے ھیں(۲) قیاس کی اس اھمیت سے اسلام میں تحقیق، استدلال اور استنباط کا مقام بالکل واضح ھوجاتا ہے۔ قرآن اظہار حق کے باب میں اپنا طریق کار یوں بیان کرتا ہے "بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغه فاذا ھو زاھق" بلکہ ھم حق کو باطل پر دے مارتے ھیں پس وہ باطل کے سر کو کچل دیتا ہے یہاں تک کہ وہ فنا ھوجا تا ہے"۔ یعنی حق کا اظہار اتنے قوی دلائل اور عملی قوت کے ساتھ ھوتا ہے کہ اس کے سامنے باطل ہرگز نہیں ٹھہر سکتا۔ اور اپنے مخاطب کو اس طرح عقل استعمال کرنے کی ھدایت کرتا ہے "وانا او ایاکم لعلی ھدیً او فی ضلال مبین (سبا ۲۴)" اور ھم یا تم یا تو ھدایت پر ھیں یا کھلی گمراھی میں ھیں۔ یعنی منکرین اسلام کو یہ غور کرنا چاھئے کہ فریقین میں سے کون ھدایت پر ہے اور کون گمراہ

---

(۱) ملاحظه ھو اللمع فی اصول الفقه، ص ۹۱، تالیف ابی اسحاق ابراھیم الشیرازی۔

(۲) ملاحظه ھو فصل المقال فیما بین الحکمة والشریعة من الاتصال، ص ۴۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے ۔ اس آیت سے واضح ہوا کہ حق و باطل میں تمیز عقلی استدلال اور فکر و فہم سے کرلی چاہئیے ۔ اور اس سے فکر و نظر کی اہمیت بخوبی واضح ہوتی ہے ۔ اور اس سے یہ مفہوم بھی مترشح ہوتا ہے کہ اسلام نے علم اور تحقیق کے دروازے مسلمانوں پر نہ صرف کھول رکھے ہیں بلکہ ان کو اس کی ترغیب اور حکم بھی دیتا ہے کہ وہ ہر قسم کے علوم اور معارف میں درجہ کمال تک پہنچنے کی کوشش کریں، اس لئے یہ امت مسلمہ کا فرض ہے اور یہی وجہ ہے کہ مسلم مفکرین علم و دانش کو انسانیت کے لئے ضرر رساں یا ناجایز تصور نہیں کرتے ۔ اگر کسی علم کے متعلق یہ کہا جائے کہ اس سے نقصان پہنچتا ہے تو وہ نقصان درحقیقت اس علم کے غلط استعمال یا کسی اور خارجی سبب کی بناء پر ہوگا، علم فی ذاتہ کبھی مضر اور غیر مفید نہیں ۔ امام غزالی جن کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے علوم عقلیہ یا فلسفۂ یونان سے انصاف نہیں کیا فرماتے ہیں ''فاعلم ان العلم لایذم لعینہ،،(۱) پس جان لو کہ علم فی نفسہ مذموم نہیں۔ اس کے بعد وہ ان تین اسباب کا ذکر کرتے ہیں جن سے علم میں ضرر کا احتمال پیدا ہوجاتا ہے ۔ امام غزالی عقل اور وحی کے درمیان گہرے تعلق کی ایک مثال دیتے ہیں ۔ فرماتے ہیں ''فمثال العقل البصر السلیم عن الافات و مثال القرآن الشمس المنتشرۃ الضیاء،،(۲) عقل کی مثال بیماریوں سے محفوظ آنکھ کی ہے اور قرآن کی مثال اس سورج کی ہے جس کی روشنی پھیلی ہوئی ہو ۔ جس طرح کہ دیکھنے کے لئے آنکھ اور سورج دونوں کی روشنی کا موجود ہونا ضروری ہے اسی طرح ہدایت اور سعادت ابدی کی راہ بھی عقل اور وحی کے بغیر طے نہیں کی جاسکتی ۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ غزالی عقل کی اہمیت کو ہرگز کم نہیں کرنا چاہتے بلکہ وہ تو اس سے بھی آگے ایک اور منزل کی طرف لے جانا چاہتے

---

(۱) ملاحظہ ہو احیاء علوم الدین، ج ۱، ص ۲۹ ۔

(۲) الاقتصاد فی الاعتقاد ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

هیں جو کہ ضمیر اور وجدان کی منزل ہے۔ مسلم دانشوروں نے جس طرح ہر علم کو اس کے شرائط کے ساتھ مفید کہا ہے اسی طرح انھوں نے ہر جہل کو مضر اور نقصان دہ بتایا ہے۔

انصاری رقم طراز ہے ''واعلم انه لاشی ولا واحد من العلوم من حیث انه علم بضار بل نافع ولا شئی من الجهل من حیث هو جهل بنافع بل ضار لانا سنبین فی کل علم منفعة اما فی امر المعاد و المعاش او الکمال الانسانی و انما توهم فی بعض العلوم انه ضار او غیر نافع لعدم اعتبار الشروط التی تجب مراعاتها فی العلم والعلماء،،(۱)

جان لو کہ کوئی علم فی نفسہ ضرر رساں نہیں بلکہ مفید ہے۔ اور کسی قسم کا جہل جہل ہونے ہوئے مفید نہیں بلکہ مضر ہے کیونکہ ہم یہ واضح کریں گے کہ ہر علم میں دنیاوی اور اخروی فائدہ ہے یا اس میں انسانی کمال کا فائدہ ہے اور بعض علوم کے بارے میں نقصان‌دہ یا غیر مفید ہونے کا خیال صرف اس لئے پیدا ہوا کہ علم اور علماء کے متعلق ضروری شرائط کا لحاظ نہیں کیا گیا۔

امام غزالی نے یونانی فلسفہ کے متعلق جو موقف اختیار کیا اس میں قدرے اعتدال اس لئے موجود ہے کہ انھوں نے عام لوگوں کے اس فلسفہ کو پڑھنے کے بعد دو قسم کا تأثر قبول کرنے کا خطرہ محسوس کیا۔ وہ یا تو اس میں حق کو جو کہ باطل کے ساتھ خلط ملط ہے پاکر اس تمام فلسفہ کو درست تصور کرلیں گے جس میں کفریات بھی شامل ہیں۔ یا اس میں باطل کو دیکھ کر اس حق سے بھی رو گردانی کریں گے جو تعلیمات نبوت میں شامل ہے، اور یہ دونوں باتیں رشد و ہدایت سے بعید ہیں (۲)۔ اور اسی وجہ سے

---

(۱) ملاحظہ ہو کتاب ارشاد القاصد الی اسنی المقاصد، ص ۸، تالیف محمد بن ابراهیم بن ساعد الانصاری۔

(۲) ملاحظہ ہو المنقذ من الضلال، ص ۱۰۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امام غزالی نے اس میدان میں عوام کے فکر پر پابندی لگائی ہے جس کی تائید اقبال کے اس قول سے بھی ہوتی ہے :

ہو فکر اگر خام تو آزادیٔ افکار انسان کو ہے حیوان بنانے کا طریقہ

اور یونانی فلسفہ کے اس مضر پہلو کو دیکھ کر بعض متاخرین نے بہت غلو اور زیادتی سے کام لیا ۔ ابن تیمیہ ، ابن صلاح اور تاج الدین سبکی اور سیوطی اور بعض دیگر علماء و فقہاء نے فلسفہ پڑھنے کو حرام کہا اور اس کی مذمت کی ۔ بعض مسلم دانشوروں کے خیال میں ان کا یہ موقف عالم اسلام میں فکری جمود کا سبب بنا ۔ ابن صلاح نے کہا : الفلسفة اس السفه و الانحلال و مادة الحيرة و الضلال و مثال الزيغ و الزندقة و من تفلسف عميت بصيرته عن محاسن الشريعة المؤيدة بالحجج والبراهين الباهرة ،،(۱) فلسفہ حماقت اور دین سے روگردانی کی بنیاد ہے ۔ سر گشتگی اور گمراہی کا مادہ ہے ۔ کج روی اور الحاد کی مثال ہے ۔ اور جو فلسفی بن جاتا ہے اس کی آنکھیں اس شریعت کی خوبیوں سے اندھی ہو جاتی ہیں جس کی تائید قوی دلائل اور واضح براہین سے ہوتی ہے ۔ ابن صلاح وغیرہ نے اس قسم کے اقوال سے اگرچہ فلسفہ کی شدید مخالفت کی لیکن اس کے باوجود انہوں نے دین کو مؤید بالبرہان کہا جیسا کہ ابن صلاح کے آخری الفاظ سے واضح ہوتا ہے ۔ کہ امور دین میں وہ دلیل کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں ۔ اسی طرح ابن تیمیہ نے عقلی معارف کی مخالفت نہیں کی اور نہ کہیں عقل کے استعمال پر پابندی لگائی بلکہ فلسفہ یونان کو غیر مفید بلکہ مضر قرار دیا اور اس کے بعض علوم کی تردید عقلی دلائل سے کی ۔

مثلاً ابن تیمیہ نے منطق ارسطو کے متعلق کہا ہے کہ یہ بیکار اس لئے ہے کہ ذکی کو اس کی ضرورت نہیں اور غبی اس کو سمجھتا نہیں (۲) پھر انہوں

---

(۱) ابن سینا بین الدین و الفلسفہ، ص ۱۰۴ ۔ تالیف حمود غرابہ

(۲) ملاحظہ الرد علی المنطقیین، ص ۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے شکل اول پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس میں کلیت کبری کو نتیجہ کے لئے شرط بنانے کی وجہ سے دور اور مصادرۃ علی المطلوب لازم آتا ہے۔ اس لئے کہ خود نتیجہ کبری کا ایک جزئی ہوا کرتا ہے۔ یہی اعتراض ڈیکارٹ اور کانٹ نے بھی شکل اول پر کیا ہے لیکن اس کی نسبت اپنی طرف کرلی ہے۔

بہر حال مذکورہ بالا فریق کے فلسفہ اور منطق پر اعتراض کا ہرگز یہ مقصد نہیں تھا کہ عقلی معارف کی کوئی وقعت نہیں لہذا عقل سے کام ہی نہ لیا جائے۔ یہ سب ان کے اقوال سے بالکل عیاں ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان کے اس مسلک کو رینان جیسے بعض تنگ نظر اور متعصب مستشرقین نے اسلام پر طعن و تشنیع کا بہانہ بنایا ہے اور اسلام میں دعوت فکر کے وجود کو نظر انداز کرتے ہوئے اسلام کو دشمن عقل و دانش قرار دیا ہے۔ تھوڑی دیر کے لئے اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ مسلم دانشوروں کی مذکورہ جماعت نے عقلی معارف کا سدباب کیا اور تعقل کو جرم قرار دیا تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ دانشور اور ان کی تصانیف اسلام کی نمایندہ ہیں۔؟ اسلام کا لائحۂ عمل تو قرآن ہے جو کہ انسانی عقل و ضمیر کو بیک وقت مخاطب کرتا ہے اور اپنی تین سو آیات میں دعوت فکر دیتا ہے۔

اسلام کے خلاف یہ پروپیگنڈا اور غلط تاثر پیش کرنا اگر ایک طرف علم و دانش کے ساتھ خیانت ہے تو دوسری طرف اپنے عظیم محسن کی ناسپاسی و ناشکری بھی ہے۔ اسلام ہی کی بدولت یورپ کو علم و تمدن سے روشناس ہونے کا موقع ملا۔ اس کا اعتراف خود منصف مزاج مغربی دانشور بھی کرتے ہیں۔ مشہور فرانسیسی دانشور گستاولی بان کہتا ہے کہ اسلامی علوم اور تہذیب و تمدن نے یورپ پر بہت بڑا اثر ڈالا ہے اور مغرب کی علمی اور تہذیبی ترقی کا موجودہ دور اسلامی علوم و اخلاق سے تاثر کا نتیجہ ہے اور اس اثر کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عظمت کا اندازہ تب لگایا جاسکے گا کہ نویں اور دسویں صدی عیسوی م
یورپ کی حالت پر نظر ڈالی جائے، کیونکہ اس وقت جبکہ اسلامی تمدن الد
میں عروج پر تھا یورپ کی حالت زار یہ تھی کہ اس کے علمی مراکز م
نیم وحشی قسم کے انسان رہا کرتے تھے جن کو اپنی جہالت اور ناخواند
پر فخر تھا اور نصرانیت کا اعلی طبقہ ان مفلس جاھل راھبوں پر مشتمل ت
جن کی معاش کا ذریعہ اولین کی کتابوں کی کتابت تھی ۔ (۱)

بہرحال ہم کو یہاں صرف اسلام کا نقطہ نظر واضح کرنا ہے، ا
سے قطع نظر کہ مستشرقین اس بارے میں کیا رائے رکھتے ھیں ۔ ان کا اسا
کی مخالفت یا موافقت کرنا میری نظر میں قابل اعتبار اس لئے نہیں کہ ان
نظر اس میدان میں انتہائی سطحی ہے ۔ وہ مخالفت میں ھی نہیں بلکہ اسا
اور اسلامی معارف کی موافقت میں بھی بہت سی غلط باتیں کہ جاتے ھیں ۔

(باق

(۱) الحضارة الاسلامیة، ص ۵ ۔

© rasailojaraid.com